فضائلِ اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ

تالیف

مناظرِ اسلام
حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ مجاز
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر دامت برکاتہم
قطب العصر مرشد العلماء حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عرضِ مرتب:

الحمدِللہ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ(۱) کی کتب فضائل اعمال، فضائل صدقات" کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ قبولیت سے نوازا ہے۔ یہ ان کے اخلاص ہی کا نتیجہ ہے کہ آج پوری دُنیا میں اِن کتابوں کو پڑھا اور سُنا جارہا ہے(۲) اور بفضل اللہ تعالیٰ کئی زبانوں میں اِن کے ترجمے بھی ہو چکے ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں اِن کتابوں پر جو بے جا اعتراضات کیے گئے ہیں ان میں سے جو قابل جواب اعتراضات تھے ان کا مدلل جواب دینے کی سعی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرما کر باعثِ ہدایت اور اطمینان بنائے۔ آمین

(۱)۔ مشہور غیر مقلد عالم ارشاد الحق اثری صاحب نے حضرت شیخؒ کو اِن القابات سے یاد کیا ہے۔

" بقية السلف حجة الخلف الشيخ العلامه محمد زكريا الكاندهلوى شيخ الحديثؒ "۔

(امام بخاریؒ پر بعض اعتراضات کا جائزہ ص ۹۴)

(۲)۔ اسکا اعتراف مشہور غیر مقلد عالم تابش مہدی کو بھی ہے۔لکھتا ہے

" آپ ملک کی کسی بھی مسجد میں چلے جائیں وہاں لوگ آپکو صبح وشام تبلیغی نصاب ہی کی تلاوت کرتے ہوئے ملیں گے "

(تبلیغی نصاب ایک مطالعہ ص ۱۵)

اعتراض:۔ فضائل اعمال اس وقت لکھی گئی جب شیخ الحدیث صاحبؒ کو ڈاکٹروں نے دماغی کام سے روک دیا تھا۔حضرت شیخؒ خود لکھتے ہیں۔

" صفر ۱۳۷۵ ہجری میں ایک مرض کی وجہ سے چند روز کیلئے دماغی کام سے روک دیا گیا تو مجھے خیال ہوا کہ ان خالی ایام کو اس با برکت مشغلہ میں گزار دوں "۔(فضائل اعمال ص ۸ رسالہ حکایاتِ صحابہؓ)

جواب:۔ معترض نے دجل وفریب سے کام لیتے ہوئے اس مذکورہ

عبارت کو پوری کتاب پر چسپاں کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ حالانکہ فضائل اعمال مختلف رسائل کا مجموعہ ہےاور یہ رسائل مختلف اوقات میں لکھے گئے۔ مثلاً

حکایاتِ صحابہؓ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شوال ۱۳۵۸ھ

فضائل قرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ

فضائل نماز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محرم ۱۳۵۸ھ

فضائل ذکر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔شوال ۱۳۵۸ھ

فضائل تبلیغ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صفر ۱۳۵۰ھ

فضائل رمضان۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔رمضان ۱۳۴۹ھ

حضرت شیخؒ نے بیماری کی حالت میں صرف رسالہ "حکایات صحابہؓ" لکھا تھا۔ باقی پانچ رسائل حالت صحت میں لکھے تھے۔ لیکن معترض نے دجل و فریب کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تمام رسائل حالت بیماری میں لکھے گئے ہیں اور بیماری بھی ایسی جسکا تعلق دماغ کے ساتھ تھا حالانکہ ایسا نہیں۔

حضرت شیخؒ کا دماغ بالکل تندرست اور صحیح سالم تھا بیماری کچھ اور تھی جسکی طرف حضرت شیخؒ کی اپنی یہ عبارت "ایک مرض کی وجہ سے" واضح اشارہ کر رہی ہے۔اب وہ مرض کونسا تھا حضرت شیخؒ خود اسکی وضاحت فرماتے ہیں کہ وہ نکسیر کا مرض تھا دیکھیئے ۔۔۔۔(آپ بیتی ج ا ص ۱۷٦، کتب فضائل پر اشکالات اور انکے جوابات ص ۲۵) معترض سے ہم پوچھتے ہیں کہ "رسالہ حکایات صحابہؓ" میں کونسی ایسی بات ہے جو قرآن وسنّت کے خلاف ہے اگر وہ کوئی ایسی بات ثابت نہیں کرسکتا جو قرآن وسُنّت کے خلاف ہو تو تو پھر وہ ہمارے شیخؒ کی کرامت کا اعتراف کرے۔کہ انہوں نے حالتِ بیماری میں اتنا عُمدہ رسالہ لکھا ہے اگر تندرست ہوتے تو پھر کیسا لکھتے۔



اعتراض:۔ فضائل اعمال اور فضائل صدقات میں کچھ حدیثیں ایسی بھی ہیں جنکا حضرت شیخؒ نے کوئی حوالہ

پیش نہیں کیا اور جو حدیث بغیر حوالہ کے ہو وہ مضبوط نہیں ہوتی۔

جواب:۔ اسکا جواب حضرت شیخؒ نے خود "فضائل قرآن" کے شروع میں

تحریر کیا ہے۔ لکھتے ہیں!

"اس جگہ ایک ضروری امر پر متنبہ کرنا بھی لابدی ہے وہ یہ کہ میں

نے احادیث کا حوالہ دینے

میں مشکوٰۃ، تنقیح الرواۃ، مرقاۃ اور احیاء العلوم کی شرح اور منذریؒ

کی ترغیب پر اعتماد کیا ہے

اور کثرت سے ان سے لیا ہے۔ اس لیے ان کے حوالے کی

ضرورت نہیں سمجھی البتہ انکے

علاوہ کہیں سے لیا ہے تو اسکا حوالہ نقل کر دیا ہے"

(فضائل اعمال۔ص ۲۰۸)

حضرت شیخؒ کی عبارت بالکل واضح ہے کہ اعتراض کرنے والوں کو جس حدیث کا حوالہ نہ ملے وہ ان مذکورہ پانچ کتابوں کی طرف مراجعت کریں اگر وہ حدیث وہاں نہ ملے تو پھر حضرت شیخؒ کو قصور وار ٹھہرائیں ورنہ بے جا اعتراضات سے گریز کریں کیونکہ بے جا اعتراضات کرنا اخلاق حسنہ کے منافی ہیں۔

اعتراض:۔ حضرت شیخؒ نے حضرت حنظلہؓ کے واقعات میں تضاد بیان کیا ہے ۔ایک واقعہ میں حضرت حنظلہؓ کے بیوی بچوں کا ذکر ہے اور دوسرے واقعہ میں ذکر ہے کہ نئی شادی ہوئی تھی غسل جنابت بھی نہ کر پائے تھے کہ شہید ہو گئے۔

جواب:۔ اعتراض کرنے والوں کا مطالعہ سطحی ہے ان کو یہ نہیں پتہ کہ ایک نام کے بہت سارے لوگ ہوتے ہیں، اصل میں حنظلہؓ دو ہیں، ایک حنظلہ بن الربیعؓ جو کاتب وحی تھے اور دوسرے حنظلہ بن مالکؓ ہیں جنکو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔دیکھیئے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۵ ص۶۰ لملاعلی قاری حنفیؒ ،حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۹۷، الاصابہ لابن حجر عسقلانیؒ ج ا ص ۳۵۹)

لہٰذا حضرت شیخؒ کے کلام میں کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں ہے۔

اعتراض:۔ فضائل اعمال اور فضائل صدقات میں کچھ احادیث ضعیف بھی ہیں۔

جواب:۔ محدثین کا اصول ہے کہ ضعیف حدیث فضائل میں معتبر ہے۔

☆ امام نووی شافعیؒ شارح مسلم فرماتے ہیں:

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم يجوز ويستحب العمل فى الفضائل والترغيب والترهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعا" (الاذکار ص ۷۔۸ طبع مصر) محدثین اور فقہاء اور ان کے علاوہ علماء نے فرمایا ہے کہ ضعیف حدیث پر عمل کرنا فضائل اور ترغیب اور ترہیب میں جائز اور مستحب ہے جب کہ وہ حدیث من گھڑت نہ ہو۔ اسی اصول کو مندرجہ ذیل حضرات بھی لکھتے ہیں۔

ملا علی قاری حنفی (موضوعات کبیر ص ۵ اور شرح النقایہ ج ا ص ۹)

☆ امام حاکم ابوعبداللہ نیشاپوریؒ (مستدرک حاکم ج ا ص ۴۹۰)

علامہ سخاوی ــــــــــــــــــــ(القول البدیع ص ۱۹۶)

حافظ ابن تیمیہ حنبلی ــــــــــــــــــــ(فتاویٰ ج ا ص ۳۹)

﴿غیر مقلدین بنام اہلحدیث حضرات بھی اس اصول سے متفق ہیں﴾

☆ چنانچہ شیخ الکل میاں نذیر حسین صاحب دہلویؒ ـــــ(فتاویٰ نذیریہ ج ا ص ۲۶۵)

☆ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ ------(دلیل الطالب علی المطالب ص۸۸۹)

(ان کا شمار غیر مقلدین کے اکابر میں ہوتا ہے بحوالہ " آپکے مسائل اور اُنکا حل قرآن وسُنت کی روشنی میں " تالیف مبشر احمد ربانی ج۲ ص۱۸۱)

☆ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ -------------(اخبار الحدیث ۱۵شوال ۱۳۴۶ھ)

☆ حافظ محمد لکھویؒ --------------------------(احوال الآخرص۶)

☆ مولانا عبداللہ روپڑی صاحبؒ------------(فتاویٰ اہلحدیث ج۲ ص۴۷۳)

﴿حضرت شیخؒ بھی اس اصول کو تحریر فرماتے ہیں﴾

"اخیر میں اس امر پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ حضرات محدثین رضی اللہ عنھم اجمعین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے اور معمولی ضعف قابل تسامح (ہے) باقی صوفیہ کرام رحمھم اللہ کے واقعات تو تاریخی

حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کہیں کم ہے"۔

(فضائل اعمال ص ۳۸۴، رسالہ فضائل نماز باب سوم، نحوہ کتب فضائل پر اشکالات اور اُنکے جواب نمبر ۶۵، فضائل درود ص ۵۶)

﴿نوٹ﴾۔

حضرت شیخؒ نے اگر کوئی ضعیف حدیث نقل بھی کی ہے تو اس کے نقل کرنے کے بعد عربی میں ساتھ ہی لکھ دیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، حضرت شیخؒ نے تو بڑی حکمت اور بصیرت سے کام لیا ہے اس لیے کہ کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنا یہ فن علماء کے متعلق ہے حضرت شیخؒ نے (جس کا کام اسی کو ساجھے) پر عمل کرتے ہوئے اس کو عربی میں لکھا تا کہ عوام الناس اس بحث میں دخل اندازی نہ کر سکے اور جو باتیں عوام کے متعلقہ تھیں ان کو حضرت شیخؒ نے اُردو میں لکھا تا کہ کسی کو سمجھنے میں دِقت پیش نہ آئے اور یہ بھی ذہن نشین رکھیں کہ حضرت شیخؒ کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ مفہوم بھی نکلتا ہے کہ حضرت شیخؒ نے صرف معمولی ضعف والی گنتی کی چند روایات نقل کی

ہیں۔

﴿فضائل اعمال کی ایک حدیث پر اعتراض اور اسکا مُفصّل جواب﴾

حدیث مندرجہ ذیل ہے۔عن عمر قال رسول اللّٰہ ﷺ لما اذنب ادم الذنب الذی اذنبه رفع راسه الی السمآءِ فقال اسالك بحق محمد الّاغفرت لی فاوحی اللّٰہ الیه من محمد فقال تبارك اسمك لمّا خلقتنی رفعت راسی الی عرشك فاذا فیه مكتوب لااله الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ فعلمت انه لیس احد اعظم عندك قدراً عمن جعلت اسمه مع اسمك فاوحی اللّٰہ الیه یاآدم انه اخرالنبیین من ذریتك ولولا هوما خلقتك۔

(اخرجہ الطبرانی فی الصغیر والحاکم وابونعیم والبیہقی کلاھما فی الدلائل وابن عساکر فی الدرو فی مجمع الزوائد کذا فی فضائل اعمال ص ۴۹۷)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جب وہ لغزش ہوگئی (جس کی وجہ سے جنت سے دُنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دُعا و استغفار کرتے رہتے تھے) ایک مرتبہ آسمان کی طرف منہ کیا اور

عرض کیا یا اللہ محمد (ﷺ) کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمد ﷺ کون ہیں؟ (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد ﷺ سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے جس کا نام آپ نے اپنے نام کے ساتھ رکھا، وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النّبیین ﷺ ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کیے جاتے۔

اعتراض کی شقِ اوّل : یہ روایت ضعیف بلکہ موضوع (من گھڑت) ہے۔

جواب:۔ یہ روایت موضوع ہے اس کو تو ہم قطعاً تسلیم نہیں کرتے باقی رہا کہ یہ روایت ضعیف ہے تو یہ ضعف ایسا نہیں کہ اس روایت کو فضائل میں بھی ذکر نہ کیا جائے جبکہ مندرجہ ذیل علماء کرام نے اس حدیث کو قابل حجت قرار دیا ہے۔

﴾مندرجہ ذیل محدثین کرامؒ نے اس روایت کو صحیح لکھا ہے﴿

☆ علامہ قسطلانیؒ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(المواھب اللدّنیہ ج۲ص۵۱۵)

☆ امام بیہقیؒ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(دلائل النبوۃ)

☆ امام حاکمؒ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(مستدرک حاکم)

☆ علامہ سبکیؒ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(شفاء السقام)

(بحوالہ تحقیق مسئلہ توسّل ص ٦٦)

اعتراض کی شق ثانی: "یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے"

قرآن کریم سے ثابت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے چند کلمات عطا کیے گئے جنکو انہوں نے پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ کو قبول کر لیا (سورۃ البقرہ آیت نمبر ۳۷) اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضور ﷺ کا وسیلہ دیا تو پھر اُن کی توبہ قبول ہوئی۔ لہٰذا یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔

جواب:۔ قرآن کریم کو سمجھنے کیلئے ہم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے محتاج ہیں اور آپ ﷺ کا فرمان قرآن کے خلاف نہیں ہوسکتا بلکہ قرآن کی تفسیر ہوتا

ہے حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چند کلمات عطا کیئے اس کا اعتراف مُعترض کو بھی ہے چند کلمات کا عطا ہونا یہ نعمت ہے بسا اوقات نعمت کسی عمل کے بدلہ میں ملتی ہے سوال یہ ہے کہ یہ نعمت حضرت آدم علیہ السلام کو کس عمل کے بدلے میں ملی اس بارے میں قرآن کریم میں کوئی صراحت نہیں البتہ اس حدیث میں اُس عمل کی وضاحت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے (رونے دھونے اور توبہ استغفار) کے ساتھ ساتھ حضورﷺ کا وسیلہ بھی دیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے چند کلمات عطا کیئے جن کو انھوں نے پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ کو قبول کر لیا تو ثابت ہوا کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں بلکہ قرآن کی تفسیر ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو فہم سلیم عطا فرمائے (آمین ثم آمین)

(ملخّص از تفسیر فتح العزیز ج ا ص ۱۸۳، لشاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ)



تنبیہ :۔ اصل میں اس حدیث پر اعتراض وسیلہ کی وجہ سے کیا گیا ہے۔لہٰذا مختصراً وسیلہ کی حقیقت بھی درج کی جاتی ہے۔

وسیلہ کی اقسام کا اجمالی خاکہ

وسیلہ

(کسی نیک عمل کا وسیلہ دینا) بالعمل الصالح باالذات

(کسی شخصیت کا وسیلہ دینا)

یہ وسیلہ باالاتفاق جائز ہے

اسکی دلیل: حدیث غار دُنیا میں موجود شخصیت کا وسیلہ دینا اس شخصیت کا

وسیلہ دینا جو دُنیا میں موجود نہیں وسیلہ کی

بنی اسرائیل کے تین آدمی غار وسیلہ کی یہ صورت بھی باالاتفاق جائز ہے اس صورت کا

انکار بقول علامہ تاج الدین سبکی شافعیؒ

میں داخل ہوئے غار کا منہ چٹان دلیل: حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کے صرف

حافظ ابن تیمیہؒ نے کیا ہے وہ فرماتے ہیں

گرنے سے بند ہو گیا تینوں نے کا وسیلہ دیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۳۷) لم ینکرہ

احد من السلف والخلف الاّ ابن تیمیه

اپنے اپنے عمل کا وسیلہ دیا اور اللہ   حضرت امیر معاویہؓ نے یزید بن   توسل کا

انکار سلف وخلف میں سے کسی نے نہیں کیا

تعالیٰ نے انکو اس مصیبت سے   الاسود الجرشی کا وسیلہ دیا (بحوالہ زیارۃ   سوائے ابن

تیمیہ کے (بحوالہ شامی ج ۵ ص ۳۵۰، نحوہ

نجات دے دی (بخاری ج ۲   القبور والاستنجاد بالقبور لابن تیمیه   شفاء

السقام ص ۱۲۰ روح المعانی ج ۶ ص ۱۲۶)

ص ۸۸۳، مسلم ج ۲ ص ۳۵۳)   ص ۱۱۳، البدایہ والنھایہ لابن کثیرؒ

ج ۸ ص ۳۲۴، مختصر الفتاوی المصریہ

للعلامہ بدرالدین بعلیؒ ص ۱۹۶)

﴿ وسیلہ بالذات کا حکم اور اسکی حقیقت ﴾

حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام اور صُلحاءِ کرام کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگنا شرعاً جائز، بلکہ قبولیتِ دُعا کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے مستحسن اور افضل ہے۔ قرآنِ مجید کے اشارات، احادیثِ مُبارکہ کی تصریحات اور جمہور اہلسُنّت والجماعت خصوصاً اکابرین علماءِ دیوبند کی عبارات سے اس قسم

کا توسّل بلاشُبہ ثابت ہے اور توسّل کو مؤثر حقیقی بھی نہ سمجھا جائے کہ اُس کے بغیر دُعا قبول ہی نہیں ہوتی۔ باقی توسّل کا یہ مطلب بھی نہیں کہ انبیاء علیھم السلام اور اولیاء کرامؒ سے اپنی حاجتیں مانگی جائیں اور اُن سے استغاثہ اور فریاد کی جائے جیسا کہ بعض جاہل لوگوں کا طریقہ ہے کیونکہ یہ واقعی شرک ہے اور اس سے احتراز ضروری ہے۔

﴿ وسیلہ بالذات کی حقیقت از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ﴾

توسّل کی حقیقت یہ ہے کہ اے اللہ فلاں شخص میرے نزدیک آپ کا مقبول ہے اور مقبولین سے محبت رکھنے پر آپ کا وعدہ محبت ہے المرء مع من احب پس میں آپ سے اس رحمت کو مانگتا ہوں۔ پس توسّل میں یہ شخص اپنی محبت کو اولیاء اللہ کے ساتھ ظاہر کر کے اس محبت پر رحمت وثواب مانگتا ہے اور محبت اولیاء اللہ کا موجب رحمت اور ثواب ہونا نصوص سے ثابت ہے

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(انفاسِ عیسیٰ بحوالہ تحقیق مسئلہ توسّل ص ۷)

نیز فرماتے ہیں۔ والثالث دعاء اللہ ببرکۃ ھذا المخلوق المقبول وھذا قد جوزہ الجمھور۔۔الخ اور توسّل کی تیسری صورت یہ ہے کہ کسی

مقبول مخلوق کی برکت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگے اور اسے جمہور علماءِ کرام نے جائز قرار دیا ہے

(بوادر النوادر ص ۷۶۱)

جو شخصیت دُنیا میں موجود نہیں اُسکا وسیلہ دینا جائز ہونے کی دلیل قرآن کریم سے

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ ترجمہ: اور جب پہنچی ان کے پاس کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے، جو سچا بتاتی ہے اُس کتاب کو جو اُن کے پاس ہے اور پہلے سے فتح مانگتے تھے کافروں پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(پارہ نمبر ا سورۃ البقرہ آیت ۸۹)

حضرت علامہ سیّد محمود آلوسیؒ مفتی بغداد لکھتے ہیں

نزلت فی قریظة و النضیر کانوا یستفتحون علی الا وس و الخزرج برسول اللہ ﷺ قبل مبعثه قاله ابن عباسؓ و قتادهؒ۔ الخ۔ ترجمہ: یہ آیت کریمہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ اوس اور

خزرج کے خلاف آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ اور قتادہؒ فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(تفسیر روح المعانی ج۱ ص۳۲۰)

﴿ علامہ محلیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ﴾

آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے یہود کافروں کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے تھے اور یہ کہتے تھے یقولون اللھم انصر نا علیھم با النبی المبعوث اخر الزمان۔ ترجمہ: اے اللہ ہماری مدد کر دُشمن کے خلاف آخری نبی ﷺ کے واسطے سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(تفسیر جلالین ص۱۲)

﴿ یہی تفسیر مندرجہ ذیل کُتب میں بھی مذکور ہے ﴾

☆ تفسیر کبیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ج۳ ص۱۸۰

☆ تفسیر ابن جریر طبری۔۔۔۔۔۔۔۔ج۱ ص۴۵۵

☆ تفسیر بغوی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ج۱ ص۵۸

☆ تفسیر قرطبی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ج۲ ص۲۷

☆ تفسیر البحر المحیط ۔۔۔۔۔۔۔ج۱ ص۳۰۳

☆ تفسیر ابن کثیر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ج۱ ص۱۲۴

☆ تفسیر ابی السعود۔۔۔۔۔۔۔۔۔ج ۱ص ۱۲۸

☆ تفسیر مظہری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ج ۱ص ۹۴

☆ تفسیر روح المعانی۔۔۔۔۔۔ج ۱ص ۳۱۹

☆ تفسیر ابن عباسؓ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص ۱۳

☆ تفسیر خازن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ج ۱ص ۶۴

☆ تفسیر مدارک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ج ۱ص ۳۲

☆ تفسیر درمنثور۔۔۔۔۔۔۔۔۔ج ۱ص ۸۸

☆ تفسیر تبصیر الرحمٰن عربی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ج ۱ص ۵۲

☆ تفسیر صفوۃ التفاسیر۔۔۔۔۔۔ج ۱ص ۷۷

☆ تفسیر عزیزی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص ۳۲۹

☆ تفسیر موضح القرآن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ص ۱۵

☆ تفسیر معارف القرآن از مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ

ج ۱ص ۱۷۷

☆ تفسیر جواہر القرآن از مولانا غلام اللہ خان صاحبؒ۔۔۔ص ۴۹

☆ بدائع الفوائد لابن قیم حنبلیؒ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ج ۴ص ۱۴۵

☆ المنحۃ الوھبیۃ لعلامہ داؤد بن سلیمان البغدادی الحنفیؒ ۔۔۔ص ۳۱

تنبیہ :۔اصول فقہ میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور جناب رسول کریم ﷺ اگر

پہلے لوگوں کی شریعتوں کو بلا انکار کے بیان کریں تو وہ ہم پر بھی لازم ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(نورالانوار ص ۲۱۶)

(اس ضابطہ کو مؤلف تسکین القلوب نے ص ۷۶ میں اور مؤلف ندائے حق نے ص ۱۰۱ پر تسلیم کیا ہے)

تنبیہ :۔حضور ﷺ دُنیا میں موجود نہیں تھے یہود نے آپکا وسیلہ دیا جس کو اللہ تعالیٰ نے بلا نکیر ذکر کیا اور رسول کریم ﷺ سے بھی اس وسیلہ کا کہیں رد منقول نہیں لہٰذا حضور ﷺ اب بھی دُنیا میں موجود نہیں ہیں لہٰذا اس آیت کی رُو سے آپ ﷺ کا وسیلہ دینا اب بھی جائز ہے۔

حضرت عثمان بن حنیفؓ سے وسیلہ کا جواز

ان رجلا کان یختلف الٰی عثمان بن عفانؓ فی حاجة له فکان عثمانؓ لایلتفت الیه ولا ینظر فی حاجته فلقی ابن حنیف فشکی ذلك الیه فقال له عثمانؓ بن حنیف ایت المیضاة فتوضاء ثم ایت المسجد فصل فیه رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلك واتوجه الیك بنبینا محمد ﷺ نبی الرحمة ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(معجم صغیر)

وشفاء السقام ص ۱۲۴، ۱۲۵، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۲۰، ۴۲۱)

ترجمہ: ایک شخص حضرت عثمانؓ بن عفان کے پاس ایک ضروری کام کے سلسلہ میں آیا جایا کرتا تھا اور حضرت عثمانؓ (غالباً بوجہ مصروفیت) نہ تو اس کی طرف توجہ فرماتے اور نہ اسکی حاجت براری کرتے وہ شخص عثمانؓ بن حنیف سے ملا اور اس کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ وضو کی جگہ جاؤ اور وضو کرو پھر مسجد میں جا کر دو رکعت پڑھو پھر کہو اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں جو نبی الرحمۃ ہیں۔ اسی روایت کے آخر میں اس کی تصریح ہے کہ اس شخص نے ایسا ہی کیا اور دُعاء کی برکت سے حضرت عثمانؓ بن عفان نے اس کی تعظیم وتکریم بھی کی اور اس کا کام بھی پورا کر دیا۔

☆ امام طبرانیؒ فرماتے ہیں والحدیث صحیح کہ یہ حدیث صحیح ہے۔۔۔۔۔ (معجم صغیر ص ۱۰۴)

☆ علامہ منذریؒ بھی انکی تائید کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (الترغیب والترھیب ج ۱ ص ۲۴۲)

☆علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں رواه الطبرانی بسند جید

(حاشیہ ابن حجر مکیؒ علی الایضاح فی مناسک الحج للنووی ص ۵۰۰ طبع مصر)

﴿حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں﴾

اس سے توسّل بعد الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالروایہ کے درایۃً بھی ثابت ہے کیونکہ روایت اوّل کے ذیل میں جو توسّل کا حاصل بیان کیا گیا ہے وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے۔ (نشر الطیب ص ۱۲۵۳)

(اسی طرح کا مفہوم شفاء السقام للسبکی ص ۱۲۵ میں اور وفاء الوفاء للسمہودیؒ ج ۲ ص ۴۲۰ میں بھی ہے)

﴿مندرجہ ذیل علماءِ کرام بھی اس وسیلہ کو جائز قرار دیتے ہیں﴾

☆علامہ سیّد سمہودیؒ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ وفاء الوفاء ج ۲ ص ۴۲۲

☆علامہ تاج الدین سبکی شافعیؒ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ شفاء السقام ص ۱۲۰

☆علامہ آلوسی حنفیؒ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ روح المعانی ج ۶ ص ۱۲۸

☆شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حجۃ اللہ البالغہ

☆شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مائۃ مسائل ص ۳۵

☆شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔تقویۃ الایمان ص ۹۵

☆مولانا عبدالحی لکھنویؒ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجموعہ فتاویٰ ج ۳ ص ۲۳

☆مولانا حسین علی صاحبؒ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بلغۃ الحیر ان ص ۳۵۴

☆مفتی عزیز الرحمٰنؒ۔۔۔۔فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۴۳۱، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۴۱

☆مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۷۸

☆مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ۔۔۔۔۔۔معارف القرآن ج ۱ ص ۴۲، ۴۴

☆اکابر علمائے دیو بندؒ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔المھند علی المفند

تنبیہ: جس طرح آنحضرت ﷺ کا توسّل دینا جائز ہے اسی طرح صالحین کا توسّل دینا بھی جائز ہے چنانچہ

امام ابو عبداللہ محمد بن محمد العبدری الفاسی المالکی الشہیر بابن الحاج المتوفیؒ ۷۳۷ھ۔۔۔(مدخل ج ۱ ص ۲۵۵ طبع مصر)

☆ اور علامہ ابن حجر مکیؒ۔۔۔۔۔۔۔(حاشیہ ابن حجر مکی علی الایضاح فی مناسک الحج للنووی ص ۵۰۰ طبع مصر)

☆ علامہ آلوسیؒ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(روح المعانی ج ۶ ص ۱۲۸) میں اسکی صراحت فرماتے ہیں۔

﴾ حضرت تھانویؒ وسیلہ پر ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں ﴿

اس حدیث سے غیر نبی کے ساتھ بھی توسّل جائز نکلا، جبکہ اس کو نبی ﷺ سے کوئی تعلق ہو قرابتِ حسیہ کا، یا قرابتِ معنویہ کا، تو توسّل بالنّبی ﷺ کی ایک صورت یہ بھی نکلی اور اہلِ فہم نے کہا ہے اس پر متنبہ کرنے کیلئے سیّدنا عمرؓ نے حضرت عباسؓ سے توسّل کیا ہے نہ اس لیے کہ پیغمبر ﷺ سے وفات کے بعد توسّل جائز نہ تھا جبکہ دوسری روایت سے اس کا جواز ثابت ہے اور چونکہ اس توسّل پر کسی صحابیؓ سے نکیر منقول نہیں اس لیے اس میں "اجماع" کے معنیٰ آ گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(نشر الطّیب ص ۳۰۲،۳۰۳)

﴾ مندرجہ ذیل علماءِ کرام بھی یہی فرماتے ہیں ﴿

☆ محدث کبیر علامہ ظفر احمد عثمانی ۔۔۔۔۔۔۔۔(امداد الاحکام ج ۱ ص ۴۱)

☆ مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی ۔۔۔۔(فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۱۳۶،۱۳۷)

☆ مولانا خیر محمد جالندھریؒ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(خیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۹۸)

﴾امام المناظرین حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی ؒ کا ایک واقعہ﴿

میں جن دِنوں عمرے پر گیا تو میں وہاں دُعا مانگ رہا تھا۔" اللھم انی اسئلك بمحمد نبيك ورسولك و حبيبك" کہ اے اللہ! اپنے نبی پاک ﷺ کے وسیلے سے میری دُعا قبول فرما، تو ایک سپاہی وہاں کھڑا تھا (شُرطہ) تو وہ مجھے کہنے لگا شرک۔۔۔۔شرک میں نے کہا کہ لیس بشرك ۔۔۔توسّل یہ شرک نہیں ہے بلکہ وسیلہ ہے۔۔اُس نے جواب میں کہا توسّل باالاعمال لا بالذات توسّل عملوں کے ساتھ ہوتا ہے کسی ذات کے ساتھ نہیں۔یعنی کوئی نیک عمل کر کے دُعا مانگو کہ یا اللہ اس نیک عمل کی برکت سے میری دُعا قبول فرما لا باالذات یعنی ذات سے نہیں کہ یا اللہ اس ولی کی برکت سے میری دُعا قبول فرما۔۔۔ساتھ ہی وہ کہنے لگا الاعمال محبوب لاذات اعمال اللہ کو پیارے ہیں ذات اللہ کو پیاری نہیں میں نے جواب میں کہا يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَه، (الآية) ذَوَاتُ لَا اَعْمَالُ کہ اللہ تعالیٰ تو یوں فرماتا ہے کہ یہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں اُن سے محبت کرتا ہے اس آیت میں تو دونوں طرف ذات ہے۔تو اس نے

جواب میں کہا کہ ذات پیاری نہیں ہوتی۔ اچھا اِن لوگوں میں یہ ہے کہ وہ قرآن سُن کر خاموش ہوجاتے ہیں، چلا گیا، خاموش ہوگیا پھر جب جارہا تھا میں نے آواز دی میں نے پوچھا بأی عمل ا توسّل بھائی میں کون سا عمل کر کے وسیلہ کروں؟ تو اس نے جواب دیا صل رکعتین ثم توسّل پہلے دو رکعت نفل پڑھو پھر دُعا مانگو اور توسّل کرو۔ کہ یا اللہ اِن دو رکعتوں کے وسیلہ سے میری دُعا قبول فرما تو میں نے جواب میں کہا تیری اور میری دو رکعتیں تو ہوں اللہ کو پیاری اور اللہ کے نبی ﷺ اللہ کو پیارے نہیں، عجیب بات ہے، پھر وہ چلا گیا۔ ۔۔۔۔(ملخص یاد گار خطبات)

اعتراض:۔

فضائل اعمال کے ص ۹۶ پر حضرت شیخؒ نے ایک ایسا واقعہ نقل کیا ہے جس سے آل رسول ﷺ کی تنقیص لازم آتی ہے۔ وہ ایسے کہ حضرت علیؓ کا جنتی ہونا یقینی اور قطعی ہے اور وہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ جب حجاج بن یوسف نے سعید بن جبیرؒ سے پوچھا کہ حضرت علیؓ جنت میں ہیں یا جہنم میں، تو اس پر سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ اگر میں جنت میں جا کر دیکھ لوں اور جہنم میں

جا کر دیکھ لوں تو پھر بتا سکتا ہوں۔لٰہذا جس کا جنتی ہونا یقینی ہے اُس کے بارے میں کیے گئے سوال پر اِن مذکورہ الفاظ سے جواب دینے سے آل رسول ﷺ کی تنقیص لازم آتی ہے۔

جواب:۔ حضرت سعید بن جبیرؒ حالت اضطراری میں تھے، حجاج بن یوسف چاہ رہا تھا کہ کسی طریقے سے میں اِن کو پھنساؤں اور جلاد کو حکم دوں کہ وہ اِن کو قتل کر دے۔حجاج بن یوسف چونکہ حضرت علیؓ سے بغض رکھتا تھا لٰہذا اس نے سعید بن جبیرؒ سے ایسا سوال کیا جس سے وہ پھنسیں۔تا کہ مجھے موقع مل جائے اُن کو قتل کروانے کا۔اسی وجہ سے سعید بن جبیرؒ بڑے احسن طریقے سے سوالات کے جوابات دے رہے تھے۔سعید بن جبیرؒ نے جواب میں نہ کفر اختیار کیا اور نہ ہی جھوٹ بولا اور نہ ہی توریہ اختیار کیا۔بلکہ صرف جواب کا انداز بدلا۔جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب فرعون نے پوچھا مَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی کہ پہلی نافرمان قوموں کا کیا انجام ہوا۔اسکا صاف جواب تو یہ تھا کہ وہ جہنم میں ہیں لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ حالت اضطراری میں تھے لٰہذا انہوں نے صرف جواب کا انداز بدلا، تا کہ فرعون کو کسی

قسم کا موقع نہ ملے بات کو طول دینے کا اور نہ ہی اُن کو قتل کرنے کا۔تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي کہ اسکا علم میرے ربّ کے پاس ہے۔بالکل اسی طرح سعید بن جبیرؒ نے بھی صرف جواب کا انداز بدلا ہے۔لہٰذا اس سے آلِ رسول ﷺ کی کسی قسم کی کوئی تنقیص لازم نہیں آتی۔

﴿ حالتِ اضطراری میں تو کلمہ کفر کہنا بھی جائز ہو جاتا ہے ﴾

حضرت عمّار بن یاسرؓ کو ایک دن مشرکین عرب نے اس قدر پانی میں غوطے دیئے کہ بالکل بدحواس ہو گئے اور مشرکین عرب نے جو کچھ چاہا اُن سے اقرار کرالیا۔حضرت عمّار کی جب اُن سے جان چھوٹ گئی تو دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے تو آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔آنحضرت ﷺ نے پوچھا ،عمّار کیا خبر ہے؟عرض کی ! یارسول اللہ ﷺ نہایت ہی بُری خبر ہے آج میری جان اُس وقت تک نہ چھوٹی جب تک کہ میں نے آپ ﷺ کی شان میں بُرے الفاظ اور اُن کے معبودینِ باطلہ کے حق میں اچھے الفاظ استعمال نہ کیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا اے عمّارؓ دِل کی کیا کیفیت تھی، عرض کی دِل ایمان پر مطمئن ہے۔ سرورِ کائنات ﷺ نے نہایت شفقت کے ساتھ حضرت عمّارؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے پونچھے۔ فرمایا کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر یہ پھر بھی ایسا ہی کریں تو تم بھی ایسا ہی کر لینا۔ اس کے بعد قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ ہے۔ "جو شخص ایمان لانے کے بعد خدا کا انکار کرے مگر وہ جو مجبور کیا گیا ہو اور اُس کا دِل ایمان سے مطمئن ہے"۔ (یعنی اُس سے کوئی مواخذہ نہیں)۔ سورہ النحل آیت ۱۴ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)

ماخوذ از طبقات ابن سعدؒ)

اعتراض:۔

حضرت شیخؒ نے بعض صحابہؓ کی طرف نبی پاک ﷺ کے خون پینے کی نسبت کی ہے حالانکہ خون ناپاک ہے؟

جواب:۔ حضرت شیخؒ نے (فضائل اعمال ص ۱۸۸) پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت مالک بن سنانؓ کا واقعہ نقل کیا ہے جس میں ان حضرات کا حضور ﷺ کے خون مبارک کو پینے کا ذکر ہے۔

پہلی بات:۔ پہلی بات تو اس جگہ پر قابل تحقیق یہ ہے کہ آیا یہ واقعات مستند بھی ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ واقعات مستند ہیں اور معتبر کتب کے اندر موجود ہیں۔

﴿حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا آنحضرت ﷺ کے خون پینے کا واقعہ مندرجہ ذیل کتب میں ہے﴾

☆ مستدرک حاکم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ج۳ص۵۵۴)

☆ سنن الکبریٰ للبیہقی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ج۷ص۶۷)

☆ سیر اعلام النبلاء للذھبی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ج۳ص۳۶۶)

☆ مجمع الزوائد بروایت طبرانی و بزار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ج۸ص۲۷۰)

☆ کنز العمال بروایت ابن عساکر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ج۱۳ص۴۶۹)

☆ الخصائص الکبریٰ للسیوطیؒ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ج۲ص۲۵۲)

☆ الاصابہ بروایت ابی یعلی والبیھقی فی الدلائل ۔۔۔۔(ج۲ص۳۱۰)

☆ حلیۃ الاولیاء۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ج ا ص ۳۳۰)

☆ حافظ نور الدین الہیثمیؒ اس واقعہ کو حضور ﷺ کی خصوصیات کے باب میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ یہ طبرانیؒ اور بزار کی روایت ہے اور مسند بزار کے تمام راوی صحیح کے رواۃ ہیں۔ سوائے هنید بن القاسمؒ کے اور یہ بھی ثقہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰)

☆ اِمام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا حضور ﷺ کے خون کو پینا، یہ واقعہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ سے بھی متعدد سندوں سے مروی ہے۔۔۔(سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۷ ص ۶۷)

☆ حافظ شمس الدین ذھبیؒ فرماتے ہیں۔ اس روایت کو امام ابو یعلیٰؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور لکھا ہے میں نہیں جانتا هنیدؒ راوی پر کسی کی جرح کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۳۶۶)

☆ علامہ علی متقی حنفیؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں رجالہ ثقات اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔۔(کنز العمال ج ۱۳ ص ۴۶۹)

﴿حضرت مالک بن سنانؓ کا آنحضرت ﷺ کے خون پینے کا واقعہ مندرجہ ذیل کتب میں ہے﴾

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ نے یہ واقعہ ابن ابی عاصم، بغوی، صحیح ابن السکن اور سنن سعید بن منصور کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے۔۔۔

(الاصابہ ج۳ ص۳۲۵ طبع مصر)

یہی واقعہ کتاب " مختصر سیرت رسول ﷺ مؤلفہ ابن عبدالوہاب نجدی ص ۴۰۲" پر بھی موجود ہے۔

اس کتاب کا ناشر غیر مقلدین کا مشہور مدرسہ جامعۃ العلوم الاثریہ جہلم ہے۔

خلاصہ کلام:۔ دونوں واقعات مستند ہیں اور اکابر علماء کرام نے اِن کو روایت کیا ہے۔لہٰذا بغیر دلیل کے ہم اِن واقعات کا انکار نہیں کر سکتے۔

فائدہ:۔ مشہور مفسر علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں "دمِ مسفوح والی آیت حجۃ الوداع کے دن عرفہ میں نازل ہوئی"

(تفسیر قرطبی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ج۲ص۲۱۶)

☆ حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ لکھتے ہیں۔

مالک بن سنانؓ غزوہ اُحد میں شہید ہوئے تھے

(الاستعاب مع الاصابہ ج۳ ص۳۵۰)

دیکھئے اُحد میں شہید ہونے والے وہ بھی تھے جنہوں نے شراب پی تھی کیونکہ ابھی شراب کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی۔ بالکل اسی طرح دمِ مسفوح کی حرمت کا مسئلہ ہے۔ لہٰذا اعتراض کرنے والے کے ذمہ ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ دمِ مسفوح کی حرمت کے نازل ہونے کے بعد اِن حضراتؓ نے خون پیا تھا۔

دوسری بات:۔ جمہور علماء کرام کے نزدیک حضور ﷺ کے فضلات پاک ہیں۔ لہٰذا کوئی اشکال نہیں۔

اعتراض:۔ حضرت شیخؒ نے فضائل اعمال میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا بول و براز پاک ہے۔

جواب:۔ جمہور علماء اس بات کے قائل ہیں کہ آپ ﷺ کے فضلات پاک

ہیں۔

﴿مفتی ہند مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں﴾

شوافع ؒ میں بعض علماء محققینؒ نے آنحضرت ﷺ کے بول و براز کی طہارت کا حکم کیا ہے اور علماء حنفیہؒ نے اس کو نقل کر کے اس کے ساتھ اپنی موافقت بیان کی ہے۔ اور بعض صحابہؓ اور صحابیاتؓ کے اُس واقعہ سے کہ انہوں نے حضور ﷺ کا پیشاب نادانستگی میں پی لیا تھا مگر حضور ﷺ نے خبر پا کر اُن کو دُعا دی اور انکار نہیں فرمایا ، طہارت پر استدلال کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(کفایت المفتی ج۱ ص۱۹)

﴿مندرجہ ذیل علماء کرام حضور ﷺ کے فضلات کو پاک لکھتے ہیں﴾

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ۔۔۔۔۔۔۔۔(فتح الباری ج۱ ص۲۷۲)

☆ علامہ بدرالدین عینی حنفیؒ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(عمدۃ القاری ج۱ ص۳۵)

☆ امام نووی شافعیؒ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(شرح مہذب ج۱ ص۲۳۴)

☆ ملاعلی قاری حنفیؒ۔۔۔۔۔۔۔(جمع الوسائل شروح الشمائل ج۲ ص۲)

☆ حافظ سیوطی شافعیؒ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(خصائص الکبریٰ ج۱ ص۷۱)

☆ علامہ شامیؒ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(فتاویٰ شامی ج۱ ص۳۱۸)

☆ صاحب نہایت المحتاج۔۔۔۔(ج ا ص ۲۴۲ فقہ شافعی کی مشہور کتاب)
☆ مغنی المحتاج۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ج ا ص ۷۹ فقہ شافعی کی مشہور کتاب)
☆ شیخ محمد عبدالحق محدث دہلویؒ۔۔۔۔۔۔(مدارج النبوت ج ا ص ۴۳)

﴿مندرجہ ذیل علماء دیوبند بھی اسی کے قائل ہیں﴾

☆ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی۔۔۔۔۔۔۔۔۔(نشر الطیب ص ۱۳۵)
☆ مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ۔(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ا ص ۸۵، ۲۱۱)
☆ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(فضائل اعمال ص ۱۸۸)
☆ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ۔۔۔۔(معارف السنن ج ا ص ۹۸)
☆ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
(آپکے مسائل اور انکا حل ج ۹ ص ۱۳۳)

﴿ایک لطیف بحث﴾

وحید صاحب نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے تو تحریر کیا ہے کہ حضور ﷺ کے فضلات پیشاب، پاخانہ وغیرہ سب پاک ہیں۔ میں نے کہا فضلہ کا معنیٰ بچا ہوا پھوک ہے معدہ کھانے کو پکاتا ہے اس میں اصل قوت جگر کھینچ لیتا ہے اور پھوک پاخانہ بن کر نکل جاتا ہے یہ معدے کا فضلہ

ہے پھر جگر خون تیار کر کے دِل کو دیتا ہے اور جو پھوک رہ جاتا ہے وہ پیشاب بن کر خارج ہو جاتا ہے یہ جگر کا فضلہ ہے۔ پھر وہ خون ایک ایک رگ کو سٹیم مہیا کرتا ہے اس خون سے جو فضلہ بچتا ہے وہ مسامات میں پسینے کی شکل میں خارج ہو جاتا ہے۔ پھر جو خون جزو بدن اور گوشت بن گیا اس کا پھوک میل کچیل کی شکل میں مسامات کے ذریعہ نکلتا ہے لیکن یہ تو صراحتہً ثابت ہے کہ عوام کے میل کچیل پر مکھی بیٹھتی ہے مگر آنخضرت ﷺ کے جسدِ اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور یہ بھی متفق علیہ حقیقت ہے کہ عوام کا پسینہ بدبودار ہوتا ہے مگر آنخضرت ﷺ کا پسینہ مُبارک دُنیا کی اعلیٰ ترین خوشبوؤں کو شرماتا تھا۔ آپ ﷺ کی نیند مُبارک کو بھی نیند ہی کہا جاتا تھا مگر وہ نیند ہماری ہزار بیداریوں سے اعلیٰ وارفع تھی۔ آپ ﷺ کا خواب بھی وحی ہوتا تھا، آپ ﷺ کی نیند مُبارک سے وضو نہیں ٹوٹتا تھا تو جیسے آپ ﷺ کا پسینہ مُبارک پسینہ ہی کہلاتا ہے مگر یہ کس نے کہا کہ آپ ﷺ کے پسینہ مُبارک کو عام انسانوں جیسا سمجھا جائے وہ آپ ﷺ کیلئے پسینہ ہی تھا مگر عشاق کیلئے بہترین خوشبو۔ بادام روغن نکالنے کے بعد جو بادام کا فضلہ بچتا ہے وہ بادام کا

فضلہ ہی ہے مگر بنولہ کہے کہ میرے فضلہ جیسا ہے تو کوئی عقل منداس کو تسلیم نہیں کرے گا۔ آنحضرت ﷺ بے شک انسان تھے لیکن آپ ﷺ کو جن خصائص سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا ان خصائص کا انکار کیوں کیا جائے؟ یاقوت بھی پتھر ہے، حجر اسود بھی ایک پتھر ہے مگر یاقوت اس کا مقابلہ کیوں کر سکتا ہے۔ حجر اسود جنت سے آیا ہوا ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام مطہرہ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے جنت کے خوائص رکھ دیئے ہیں اسی لیے اِن اجسام مطہرہ کو مٹی پر حرام کر دیا گیا ہے (کہ ان کو کھائے)، اِن اجسام مطہرہ کا پسینہ مثل جنت کے پسینے کے خوشبودار بنا دیا گیا۔ اسی طرح دوسرے فضلات بھی اگر خصوصیت طہارت رکھتے ہوں تو اس میں کیا اشکال ہے۔۔۔۔۔(ماخوذ از تجلیاتِ صفدر ج ۱ ص ۴۸۱)

اعتراض:۔ فضائل اعمال (ص ۲۶۷) پر اس آیت ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکرo کے ترجمہ میں تحریف کی گئی ہے۔

جواب:۔ اس آیت کے معنی میں مفسرین کرامؒ کے دو قول ہیں اور دونوں قول اپنی جگہ درست ہیں۔

پہلا قول: ہم نے قرآن کو حفظ کیلئے آسان کردیا ہے۔

دوسرا قول: ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے۔

﴿مندرجہ ذیل مفسرین کرامؒ نے دونوں مذکورہ قول نقل کیے ہیں﴾

☆ تفسیر جلالین --------- ص ۴۴۱

☆ تفسیر کشاف --------- ج ۴ ص ۴۳۵

☆ تفسیر ابن کثیر -------- ج ۴ ص ۲۶۴

☆ تفسیر البحر المحیط -------- ج ۸ ص ۱۷۸

☆ تفسیر روح المعانی ---- ج ۷ ص ۸۴

☆ تفسیر مظہری --------- ج ۷ ص ۱۳۸

﴿مندرجہ ذیل مفسرین کرامؒ نے صرف ایک قول نقل کیا ہے﴾

☆ زاد المسیر --------- ج ۸ ص ۹۴

☆ تفسیر قرطبی --------- ج ۱۷ ص ۱۳۴

﴾ حضرت شیخؒ نے جس مفہوم کوذکر کیا ہے وہ مندرجہ ذیل مفسرین کرامؒ سے منقول ہے ﴿

☆ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ☆ امام مجاہدؒ ☆ امام ضحاکؒ ☆ امام سدیؒ ☆ امام ابن شوذبؒ

☆ امام مطر الوراقؒ

☆ حضرت قتادہؓ۔ دیکھیے ــــــــــ (تفسیر ابن کثیر ج۴ص ۲۶۴)

اور یہ ہی مفہوم حضرت سعید ابن جبیرؓ سے بھی منقول ہے۔

(زادالمسیر ج۸ص ۹۴۔۹۵، تفسیر قرطبی ج۱۷ص ۱۳۴، تفسیر المحیط ج۸ص ۱۷۸)

لہٰذا اعتراض کرنے والوں کو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کو تحریف نہیں کہتے۔

اعتراض:۔

فضائل اعمال اور فضائل صدقات میں کچھ واقعات ایسے ہیں جو ناممکنات میں سے ہیں اور ان سے شرک و بدعات کا دروازہ کھلتا ہے؟

جواب: جس کام کو عام انسان ناممکن سمجھتا ہے اگر وہ کام کسی نبی علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اسکو معجزہ کہتے

ہیں۔ مثلاً

☆ صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا پتھر سے پیدا ہونا۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا اژدھا بننا اور ہاتھ مُبارک کا روشن ہونا اور ان کیلئے اور ان کی قوم کیلئے دریا میں راستوں کا بننا۔

☆ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے آگ کا گل گلزار ہونا۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر مُردوں کا زندہ ہونا اور مریضوں کا تندرست ہونا وغیرہ۔

☆ حضور ﷺ کے ہاتھ مُبارک پر چاند کا دو ٹکڑے ہونا۔

یہ سب چیزیں معجزات میں سے ہیں۔ اسکے علاوہ آپ ﷺ کے سینکڑوں معجزات ہیں جن کا ذکر کتب حدیث میں موجود ہے اور ہمارے مولانا بدر عالم میرٹھیؒ نے ترجمان السنہ میں اور مولانا احمد سعید سبحان الہندؒ نے معجزات رسول ﷺ میں بھی سینکڑوں معجزات ذکر کیے ہیں۔ اگر ایسا کام جس کو انسان ناممکن سمجھتا ہے کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں

مثلاً حضرت مریم علیہا السلام کیلئے بند حجرہ میں بے موسمی پھلوں کا مہیا ہونا اور خشک درخت سے تازہ کھجوروں کا مہیا ہونا وغیرہ اسی طرح اصحاب کہف کا ۳۰۹ سال غار میں سونا۔

اس کے علاوہ کتب حدیث و تاریخ میں سینکڑوں کرامات اولیاء موجود ہیں جن کا احاطہ اس مقام پر دُشوار ہے۔اعتراض کرنے والے جن واقعات کو ناممکن اور شرک و بدعات کا سبب سمجھتے ہیں وہ اسی قبیل سے ہیں یا تو معجزات ہیں یا کرامات ہیں، اعتراض کرنے والوں سے ہماری گذارش ہے کہ وہ ان واقعات کو جب پڑھیں تو مسلمانوں والے ذہن سے پڑھیں، عیسائیوں والے ذہن سے نہ پڑھیں۔ اس لیے کہ جب عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو پڑھتے ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کمال ہے اور یہ کام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے ہو رہے ہیں۔ لیکن جب مسلمان اِن واقعات کو پڑھتے ہیں تو وہ اس ذہن سے پڑھتے ہیں کہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو رہے ہیں اور اس میں درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کارفرما ہے۔لہٰذا ہماری گذارش ہے کہ جو بھی اِن واقعات کو پڑھے تو وہ مسلمانوں والے ذہن سے پڑھے ۔ انشاء اللہ اسکو اِن

واقعات میں توحید نظر آ ئیگی ۔اگر عیسائیوں والے ذہن سے پڑھے گا تو لامحالہ اسکو اِن واقعات میں شرک ہی نظر آئیگا۔

عقلی دلیل:۔

فرض کریں کہ ایسے واقعات شرک وبدعات کا سبب ہیں،اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جو اس کتاب کو زیادہ پڑھے گا تو وہ بڑا مشرک ہوگا حالانکہ ہمیں کوئی اللہ کا بندہ جس نے تبلیغ میں سال یا تین چلے لگائے ہوں نظر نہیں آیا جو شرک کرتا ہو۔اعتراض کرنے والوں کو اگر کوئی ایسا بندہ نظر آیا ہو تو ضرور مطلع فرمائیں ورنہ عیسائیت والے ذہن سے اِن کتابوں کو ہاتھ نہ لگائیں۔

--------------------(واللہ اعلم بالصواب)

اعتراض:۔

حضرت شیخؒ کی کتابوں میں اولیاءاللہ کیلئے ایسی چیزوں کو ثابت کیا گیا ہے جو انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کیلئے بھی ظاہر نہ ہوئیں۔

جواب:۔ اس کا جواب امام المناظرین حضرت مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے لکھتے ہیں۔

"وحید صاحب نے کہا ایسے واقعات کو کیسے مان لیا جائے؟ ان میں ایسی باتوں کا ذکر ہے جو انبیاء علیہم السلام کیلئے بھی ظاہر نہیں ہوئیں، نبی علیہ السلام اور صحابہؓ کا مقام تو ولی سے بہت بلند ہے۔ یہ بالکل ناممکن ہے کہ ایک خرق عادت نبی علیہ السلام اور صحابیؓ کے ہاتھ پر تو ظاہر نہ ہو اور کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو جائے۔ میں نے کہا عجیب بات ہے جہاں قیاس جائز ہو وہاں تو آپ اس کو شرک کہتے ہیں اور (اب) خرق عادات میں قیاس شروع کر دیا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کو خواب نظر آتے ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا آتے ہیں۔ میں نے کہا بالکل وہی جو انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کو آئے یا اور بھی؟ اس نے کہا یہاں انبیاء علیہم السلام اور صحابہؓ کا کیا ذکر اللہ تعالیٰ جس کو خواب چاہیں دکھا دیں۔ میں نے کہا بعض اوقات ایک چھوٹے بچے کو خواب نظر آتا ہے کہ صبح بتاتا ہے کہ آج خواب میں، میں نے دیکھا کہ نانا ابو آئے ہیں اور واقعتاً وہ آ بھی جاتے ہیں اور خواب سچا ہو جاتا ہے۔ مگر اس خواب کا کوئی یہ کہہ کہ انکار نہیں کرتا کہ گھر کے بڑوں کو یہ خواب نہیں آیا تو ہم کیسے مان لیں کہ بچے کو خواب آ گیا؟ دیکھو حضرت بی بی مریم

علیہا السلام ولیہ ہیں انکو بے موسم پھل مل رہے ہیں۔ مگر حضرت زکریا علیہ السلام جو نبی ہیں انکو نہیں مل رہے ،سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو خاوند کے ہوتے ہوئے لڑکی بھی نہیں دی اور بی بی مریم علیہا السلام کو بغیر خاوند کے لڑکا عطا فرمادیا، حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہاتھ مُبارک روزانہ منہ پر پھرتے ہیں مگر بینائی واپس نہیں آئی حضرت یوسف علیہ السلام کی صرف قمیض لگنے سے بینائی واپس آ گئی ، جو ہوا سلیمان علیہ السلام کا تخت اُٹھائے پھرتی تھی اس ہوا کو یہ حکم نہیں ملا کہ سفر ہجرت میں آپ ﷺ کو ایک لمحہ میں مدینہ پہنچادے، حضرت سلیمانؑ نبی ہیں لیکن تخت بلقیس کا آنا ان کے صحابیؓ کی کرامت ہے تو بھئی یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے وہ چاہیں تو ہزاروں میل دُور بیت المقدس کا کشف ہوجائے، جنت دوزخ کا کشف ہوجائے اور نہ چاہیں تو چند میل سے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی غلط خبر آئے اور آپ بیعت لینا شروع کردیں۔ وہ نہ چاہے تو کنعان کے کنوئیں میں یوسف علیہ السلام کا یعقوب علیہ السلام کو پتہ نہ چلے اور جب چاہے تو مصر سے یوسف علیہ السلام کے کرُتے کی خوشبو کنعان میں سونگھا دے۔ میں نے کہا آپ جو

ساری دُنیا کو مشرک کہہ رہے ہیں اس پر نظر ثانی کریں اور توبہ کریں"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔(ماخوذ از تجلیاتِ صفدر ج ا ص ۴۶۹)

نوٹ:۔

چند بے جا اعتراضات اور ان کے مدلّل جوابات آپ حضرات نے ملاحظہ فرما لیے ہیں، معترضین کے باقی بے جا اعتراضات اس قابل نہیں کہ ان کے جوابات کے درپے ہوکر قیمتی وقت کو ضائع کیا جائے، عقل سلیم رکھنے والوں کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے ۔ آمین یا ربّ العالمین۔

